

اہل حدیث کے اصول کیا ہیں جیسا کہ اصناف کے اصول یعنی اولیہ شرعیہ، کتاب و سنت، اجماع، قیاس اور استحسان وغیرہ۔ اس طرح اہل حدیث کے اصول کیا ہیں؟ (محمد بشیر الطیب، کویت)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

ناہولی اللہ ولہوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پابندگاری کا کتاب ”بھی اللہ البانغہ“ میں ان اصولوں کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، آپ بھی اللہ سے المسحت الساج کا باب الفرق بن اہل الحدیث و اصحاب الراہی پڑھ لیں، اطمینان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

اہل حدیث اور اہل رائے کے درمیان فرق

تو جان لے کہ بے شک سعید بن مسیب زہری اور ابراہیم کے عہد میں اور مالک، سفیان ثوری کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ایسی قوم تھی کہ وہ دینی مسائل میں غرض بالرائے کو برا سمجھتے تھے اور فتویٰ دینے اور مسئلہ کا استنباط کرنے میں بہت غافل رہتے تھے، جب نہایت ہی ضرورت پیش آتی اور کوئی پنا

نئے کے بارے سلف کے اقوال:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بار کسی چیز کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسی چیز کو تیرے لیے جائز کر دوں جسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کیا ہو یا کسی ایسی چیز کو حرام کر دوں جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حلال کی ہو۔ 1

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے لوگو! آزمائش کے آنے سے پہلے اس کی تفتیش نہ کرو، مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جب ان سے سوال کیا جائے گا اس کا مسکت جواب دیتے رہیں گے۔ 2

اور اس کے قریب قریب عمر، علی، ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایسے مسائل میں گفتگو کرنا جو ابھی نازل نہیں ہوئے کراحت مروی ہے۔

1 سنن بیہقی، مجلد 1، صفحہ 142، کتاب التعلیق، باب 2

1-

ابو نصرہ کہتے ہیں جب ابوسلمہ بصرہ آئے تو میں اور حسن بصری ان کی ملاقات کے لیے گئے، انہوں نے حسن بصری کے لیے فرمایا: حسن بصری آپ ہیں؟ بصرہ میں تیری ملاقات سے زیادہ مجھے کسی کی ملاقات کا شوق نہیں تھا۔ اور یہ شوق اس لیے تھا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تو اپنی رائے سے مسئلہ کا جواب دیتا۔

3-

سے فتویٰ دینے کی کراہت:

امام شعبی سے سوال کیا گیا جب تم سے مسائل پوچھے جاتے تو تم کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: تم نے اس کے وقت سے یہ بات دریافت کی ہے جب کسی شخص سے سوال کیا جاتا تھا تو وہ اپنے پاس والے عالم سے پوچھ لیتا تھا اس کا جواب دے ایسے ہی وہ شخص دوسرے کو کتا اور آہستہ آہستہ پہلے جا!

5- ان تمام آثار کو داری نے نقل کیا ہے۔

و آثار کی کتاہت:

پہلے اہل فتویٰ کے دور میں ظاہر نہ ہوتی تھیں۔

وہ علم رکھنے والے اہل حدیث ہیں :

امام شافعی نے امام احمد سے کہا کہ صحیح حدیث کا علم تمہیں ہم سے زیادہ ہے جو حدیث صحیح ہو وہ ہمیں بتا دیا کریں تاکہ میں اسی کو اپنا مذہب قرار دوں چاہے وہ حدیث کوئی ہوشامی ہو یا بصری ، اسے ابن ہمام نے نقل کیا ہے۔ امام شافعی نے امام احمد کو یہ بات اس لیے کہی کہ بہت سی احادیث ایسی ہی تھیں جہے اور ان کے پاس تمام شہروں کے فقیہ صحابہ و تابعین کے آثار جمع ہو گئے اور متقدمین کی حالت ہی یہ تھی کہ وہ صرف اپنے شہر اور اپنے درجہ کے لوگوں کی حدیثیں جمع کر سکتے تھے ، نیز پہلے علماء اہل الجہاں اور راویوں کے درجہ عدالت کا اندازہ ان امور سے کر لیا کرتے تھے جو ان کو حالت کے مشاہدہ اور قر

محمد ثین کا طبقہ :

اور اب اس طبقہ میں محمد ثین تقریباً چالیس ہزار احادیث کی روایت کرتے تھے۔ امام بخاری کی نسبت یہ امر درست ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ احادیث سے صحیح بخاری کو مختصر کیا ہے اور ابو داؤد کی نسبت بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ پانچ لاکھ احادیث سے انہوں نے اپنی سنن کو مرتب کیا ہے اور امام احمد نے اپنی م

ن طبقہ کے نامور علماء یہ ہیں :

عبدالرحمن بن مہدی ، یحییٰ بن سعید قطان ، یزید بن ہارون ، عبدالرزاق ، ابو بکر بن ابی شیبہ ، مسدد ، بناد ، احمد بن حنبل ، اسحاق بن راہویہ ، فضل بن دکن ، علی بن مدینی اور ان کے دیگر ہم رتبہ محدثین۔

ات محمد ثین میں پہلا نمونہ :

ات محمد ثین میں یہ پہلا نمونہ ہے جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث کو مکمل کر لیے تو اس کے بعد ان کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی ، انہوں نے جب دیکھا کہ بہت سی احادیث اور آثار فقہاء کے ہر ایک مذہب کے مخالف ہیں اسی وجہ سے متقدمین نے کسی خاص امام کی تقلید پر اتفاق

فی بنیادوں پر اتباع کیے گئے قواعد :

کا مسلک یہ تھا کہ جب تک کسی مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہو تو کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے اور اگر قرآن میں مسئلہ کا حکم مختلف الوجوہ ہو تو اس کا فیصلہ احادیث سے کرنا چاہیے اور جب قرآن میں انہیں کوئی حکم نہیں ملتا تھا تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے تھے ، خواہ وہ

ب کسی مسئلہ میں کتاب و سنت سے نص نہ ملے :

جب نہایت کوشش اور تتبع احادیث کے بعد اس مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی تو اس وقت صحابہ یا تابعین میں سے ایک جماعت کی اقتداء کرتے تھے اس میں انہیں کسی قوم یا کسی شہر کی قید نہ تھی جیسا کہ ان کے قدام کا طریقہ تھا ایسی صورت میں اگر جمہور غفلا ، اور فقہاء کا اتفاق تھا تو وہ اطمینان کافی کے قابل ؛ اور اگر اس مسئلہ میں ایک ہی قوت کے دو قول ہوا کرتے تو وہ مسئلہ ذات القولین ہا کرنا تھا اور اگر ان امور کی تتبع متذہبوں کی تھی تو اس وقت کتاب و سنت کی عام تعبیروں میں ان کے ایما و اقتناء میں غور کیا کرتے تھے اور جب دو مسئلوں میں ایک جیسی حالت ہوتی تھی تو مسئلہ کو نظیر مسئلہ پر محمول کر لیا کرتے۔

اصول متقدمین کے برتاؤ سے مستخرج ہیں :

اور یہ تمام اصول متقدمین کے برتاؤ اور ان کی تصریحات سے مستخرج تھے۔ میمون بن مهران سے منقول ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ قرآن میں اس کے دعوے کا جواب تلاش کیا کرتے تھے اور اگر قرآن میں اس کا جواب نہ ملتا اور اس کے متعلق ان کو کوئی حدیث

۱۵۴

کی طرف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مکتوب :

فی شرح سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو تحریر کیا تھا کہ قرآن میں سے جو حکم تجھے معلوم ہو تو اس کے موافق فیصلہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تجھے اس سے دور رکھیں اور اگر ایسا مسئلہ پیش ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ملے تو حدیث کی تلاش کر کے اس کے موافق فیصلہ کرنا اور اگر قرآن و حدیث میں

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت :

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ہم پر ایسا ماننا نہ گزرا ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں فتویٰ نہیں دیتے تھے نہ ہی ہم اس درجہ تک پہنچے تھے ، اللہ نے مقدمہ کر لیا تھا کہ ہم کو اس درجہ تک پہنچا دیا۔ جسے تم دیکھتے ہو اس لیے آج سے جس کے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو تو وہ کتاب اللہ کے موافق اسکا فی

عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ دینے کا انداز :

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اس کا حکم قرآن میں ہوتا تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے تھے ، اگر قرآن میں اس کا حکم نہ ملتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم ثابت ہوتا تو وہی بیان کر دیتے ورنہ جو ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہوتا وہ

قرآن آجائے وہاں کسی کی رائے کی کوئی قدر نہیں :

1- یہ تمام آثارِ داری نے بیان کیے ہیں۔

بر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی موجودگی میں کسی کی رائے کا اعتبار نہیں :

ﷺ علاوہ۔

سطح

ان

وئی مسئلہ واقع نہیں ہوا مگر اس طبقہ نے اس کے لیے حدیث یا اثر کو پایا :

علماء نے فقہ کو ان قواعد کے لحاظ سے مرتب کر دیا تو ان مسائل میں سے جن میں قدام نے کلام کیا تھا یا جو اس موجودہ زمانے میں پیش آنے لگے کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کے متعلق کوئی حدیث مرفوعہ، متصل، مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا قابل اعتبار ہم نہ پہنچی ہو یا ضعیف اور دیگر غلط، یا فقہاء اور فقہاء، بلاد کے کسی

یست و علم کے اعتبار سے احمد بن حنبل کا مقام اس طبقہ میں سب سے بڑا ہے :

زمانہ کے علماء میں سے نہایت عظیم المرتبت اور وسیع الروایت حدیث سے سب سے زیادہ واقف فقہ میں سب سے زیادہ فائز انظر امام احمد بن حنبل تھے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام احمد بن حنبل کے بعد اسحاق بن راہویہ کا مرتبہ ہے۔ اس طریق پر فقہ کو ترتیب دینے کے لیے بخیرت احادیث و آثار جمع کرنے کی ضرورت

م حدیث کا دوسرا دور :

نے ایک دوسرا دور پیدا فرمایا۔ انہوں نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ حدیث کی گفتگوں سے انہوں نے اور لوگوں کو فارغ کر دیا ہے۔ قنات کا سامان کر چکے ہیں، فقہ میں انہی کے قواعد کا لحاظ رکھا اس لیے ان پچھلے لوگوں نے دوسرے فنون کا رخ کیا، صحیح حدیثوں کو باطل سمیٹ کر دیا، جو کراہت اہل حدیث کے نز

ہیں میں سب سے زیادہ عالم اور مشہور :

میرے نزدیک وسعت علمی میں سب سے زیادہ ناغ مصنف اور سب سے زیادہ مشہور تہذیبی شخص ہیں جن کا زمانہ قریب قریب ہے۔

اللہ محمد بن اسماعیل بخاری :

بد اللہ بخاری ہیں ان کی غرض یہ تھی کہ تمام ایسی احادیث کا مجموعہ خالص کر دیں جن میں صحیح، مستفیض اور متصل ہونے کے اوصاف ہیں اور ان احادیث سے فقہ، سیرت اور تفسیر کو مستنبط کریں، اس لیے انہوں نے اپنی جامع صحیح کو تصنیف کیا اور جس شرط پر تصنیف کی تھی اس کو پورا کر دیا، ہمیں معلوم ہوا ہے

ابن حجاج نیشاپوری :

دوسرے مصنف مسلم نیشاپوری ہیں۔ انہوں نے بھی یہی قصہ کیا کہ مشفق علیہ حدیثوں کو خالص کر دیں، جن پر محمد بن عیسیٰ نے اتفاق کیا ہو اور وہ متصل مرفوعہ کے درجہ کی ہوں، ان سے دینی احکامات کو مستنبط ہو سکیں اور یہ بھی انہوں نے قصہ کیا کہ احادیث کو قریب الفہم کر دیں اور استنباط مسائل میں ان سے آسانی

داشعت بن سلیمان سجستانی :

تیسرے مصنف ابو داؤد سجستانی ہیں۔ ان کا قصہ یہ تھا کہ ایسی احادیث جمع کی جائیں جن سے فقہاء استدلال کرتے ہیں، فقہاء میں ان کا تذکرہ رہتا ہے اور علماء بلاد نے ان احادیث کو احکام کی بنیاد قرار دیا ہے، اس مقصد کی بناء پر انہوں نے اپنی سنن کو تصنیف کیا اور اس میں صحیح، حسن، یقین اور قابل عمل حدیثیں

ابو داؤد کے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث جمع نہیں کی ہے جس کے ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہو جو حدیث ضعیف تھی اس کا ضعف اور جس حدیث میں کوئی حدیث یا علت کی بات تھی اس کی وجہ علت، صاف بیان کر دی۔ حدیث میں خوش کرنے والا اس وجہ کو خوب سمجھ سکتا ہے، ہر حدیث

محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی :

تھے مصنف ابو عیسیٰ الترمذی ہیں، انہوں نے فقہیں بخاری و مسلم کے طریقوں کو پسند یہ صورت میں جمع کر دیا جن ان دونوں نے صاف صاف بیان کیا یا ابہام رکھا تھا، دونوں کو عمدہ شکل میں کر دیا اور اس لیے کہ ہر ایک صاحب مذہب کے مسائل کو مفصل بیان کر دیا اور ابو داؤد کے مقاصد کی بھی تکمیل کر دی۔

کے مقابلہ میں ان علماء کا پیدا ہونا جو روایت حدیث سے توڑتے تھے لیکن فتویٰ دینے میں نہیں گھبراتے تھے :

ابن قوری اور ان کے بعد ان محتاط لوگوں کے مقابلہ میں ایسے علماء بھی تھے جو مسائل بیان کرنے کو ناپسند نہ سمجھتے تھے اور نہ ہی فتویٰ دینے میں ان کو کوئی ہاک تھا، وہ کہتے تھے کہ دین کی بناء فقہ پر ہی ہے، اس لیے اس کی اشاعت ضروری ہے، یہ علماء حدیث بیان کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک

کے لیے زیادہ محبوب ہے کہ میں کون عبد اللہ نے یہ کہا اور غلط کر یا یہ قول ہے، اور ابن مسعود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتے تو ان کا چہرہ پل جاتا تھا۔ اس وقت وہ کہتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی یا اس کی مثل فرمایا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے جب انصار کی ایک جماعت

ہیث کے ساتھ قلت اہتمام کا سبب :

اس وجہ سے حدیث، فقہ اور مسائل کو مدون کرنے کی دوسری طرز کی ضرورت پڑی۔ ان کے پاس اتنی امانت اور آجا نہ تھے جن سے وہ لوگ فقہ کو ان اصولوں کے موافق مستنبط کر سکتے جن کو اہل حدیث نے پسند کیا تھا اور علمائے بلاد کے اقوال میں غور اور بحث میں ان کو کشادہ دلی نہ تھی اور اپنے اپنے امام

کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب :

ان علماء کے ذہن میں فطانت اور سرعت انتقال ایسی تھی جس سے وہ مسائل کا استخراج بخوبی کرتے تھے اور اپنے اصحاب کے اقوال سے اسے خوب پیوند لگاتے تھے اور جو چیز جس کی پیدائش میں ہوا کرتی ہے وہی اس کے لیے آسان ہو جایا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے :

{كُلُّ حِزْبٍ مُّبَايَعٌ لِّخَيْمَةِ مُؤْمِنٍ} [الروم: ۳۲]

وہ اس بیڑ پر جو اس کے پاس ہے گن ہے۔

اس طرح ان علماء نے تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب دی ہر شخص اس کی کتاب کو محفوظ رکھتا تھا جو ان کے اصحاب کی زبان اور اقوال علماء کا زیادہ وقت اور ترجیح میں زیادہ درست رائے ہوا کرتا تھا۔ اس لیے ہر مسئلہ میں وہ حکم کی وجہ میں غور کر سکتا تھا جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے بھی بچار بعض کلام میں کوئی اشارہ یا اقتضا ہوا کرتی تھی اس سے امر مقصود سمجھ آ جاتا تھا۔ اور بھی کسی مصرح مسئلہ کی کوئی نظیر ہوا کرتی تھی اسی نظیر پر اصل مسئلہ کو حمل کر لیا کرتے تھے۔ اور بھی انہوں نے مصرح حکم کی علت میں غور کیا اور اسی علت کو غیر مصرح حکم میں ثابت کر دیا۔

اور بھی اس عالم کے اس مسئلہ میں دو قول ہوا کرتے تھے اگر ان کو قیاس یا شرعی کے ہم شکل کر لیتے تو مسئلہ کا جواب اس سے حاصل ہو جاتا تھا۔

اور بھی ان کے کلام میں ایسے امور ہوتے جو مثال اور تقسیم سے معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی تعریف جامع اور مانع معلوم نہ ہوتی اس لیے ان فقہاء نے اصل زبان کی طرف رجوع کیا اور اس چیز کے ذہنیات معلوم کرنے کی کوشش کی اور ان کی تعریف جامع مانع مرتب کر دی اور ان میں جو اہم تھا اسے من اور بھی ان کی کلام میں چند وجود کا احتمال ہوتا انہوں نے دو احتمالات میں سے ایک کو متعین کر دیا اور بھی دلائل کا انداز ایسا نہ ہوتا جس سے نتیجہ صاف نکلتا، انہوں نے ان دلائل کو بخوبی بیان کر دیا اور بھی بعض اصحاب التخریج اپنے ائمہ کے فعل اور سکوت وغیرہ سے استدلال کیا کرتے تھے۔

مذہب میں مجتہدین :

ان طرق مذکورہ کا نام تخریج تھا اور اسی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص نے قول کو اس طرح خارج کیا ہے یا فلاں مذہب کے موافق یا فلاں قاعدہ کے موافق یا فلاں شخص کے قول کے موافق مسئلہ کا جواب اس طرح ہے اور ان کے تخریج کرنے والوں کو مجتہدین فی الذہب کہتے تھے اور جس کا یہ قول۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل

جلد 02 ص 814-837

محدث فتویٰ